حضرت ابراہیمؑ کی زندگی کا امتحانی سبق!

(از مولوی ابوتحمہ خانصاحب بستوی معلم مدرسہ رحمانیہ دہلی)

سچائی کے راستے میں انسان کو بڑی سے بڑی مصیبتیں پیش آتی رہتی ہیں ان میں سب سے بڑی مصیبت وہ ہے جو جان اور اولاد کے متعلق ہو۔ بہادر سے بہادر آدمی اپنی ذات کی حفاظت میں سارا مال و دولت قربان کر دیتا ہے لیکن جہاں بیوی بچوں کے قربان کرنے کا معاملہ ہو، جری سے جری انسان کے پیر پھسل جاتے ہیں امتحان کے مختلف طریقے ہوتے ہیں۔ تاریخ عالم پر اگر نظر ڈالی جائے تو دنیا کی ابتدا سے آجتک ایک مثال ایسی پیش نہیں کی جا سکتی جس میں قدرت کا یہ امتحانی اصول مدنظر نہ ہو قوموں کی ترقی اور تنزلی شاہوں کی شاہی گداگروں کی گدائی سب اسی قانون کے ماتحت گردش کرتی ہیں ارشاد باری ہے وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ۔ یعنی ہم تمہارا ضرور امتحان کریں گے خوف اور فاقہ مال و جان اور پھلوں کی کمی سے "۔ جب ہم قدرت کے اصول امتحان کی وسعت اور ہمہ گیری پر نظر ڈالتے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اول نظر آتے ہیں۔ قرآن مجید کو دیکھو کیا کہہ رہا ہے وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ۔ پروردگار عالم نے ابراہیمؑ کا متعدد بار امتحان لیا۔ لیکن وہ سب امتحانوں میں کامیاب رہے" حضرت ابراہیم کے لئے عشق الٰہی کے دعوے کی صداقت کیلئے عملی ثبوت پیش کرنیکا مطالبہ کوئی ان کی زندگی کا پہلا واقعہ نہیں بلکہ کالڈیا کے بت خانے وغیرہ میں متعدد مرتبہ نہایت روشن ثبوت بہم پہنچا چکے تھے۔ سارے امتحانوں میں کامیاب ہونے کے بعد ایسے امتحان کی باری آئی جو ان امتحانوں سے زیادہ صبر آزما، زیادہ دشوار اور زیادہ کٹھن تھا۔ ایک رات کو خواب راحت میں معبود عالم کی طرف سے اشارہ ہوتا ہے کہ تم اپنے عزیز اور لاڈلے بیٹے کو ہماری راہ میں قربان کردو۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ انبیاء کے کشفی اشارات کیا معنی رکھتے ہیں صبح ہوتے ہی اپنے خواب کی سرگذشت ننھے اسمعیل سے بیان کرتے ہیں اور عجیب انداز سے پوچھتے ہیں يَا بُنَيَّ إِنِّي أَرَىٰ فِي الْمَنَامِ أَنِّي أَذْبَحُكَ فَانظُرْ مَاذَا تَرَىٰ۔ میرے عزیز بیٹے میں نے خواب دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کر رہا ہوں پس تمہاری کیا رائے ہے؟ لائق فرزند نے منشار الٰہی سمجھکر ہمت اور جوش سے کہا۔ يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ مِنَ الصَّابِرِينَ ٥ اباجان! پروردگار عالم کا جو حکم ہے اس کو آپ بجا لائیے اور بسم اللہ کرکے تعمیل ارشاد کیجئے۔ میں انشاء اللہ صبر کے راستہ سے ذرہ برابر نہ ہٹونگا"

یہ کس باپ کے بیٹے تھے ایسے باپ جس کے بہت سی اولادیں نہ تھیں کہ جن سے دل اکتا چکا ہو بلکہ فقط یہی اکلوتا بیٹا ہے اور یہ بھی نہیں کہ اتنی عمر ہو کہ آگے چلکر اور کسی اولاد کی توقع ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ باپ بیٹے میں کوئی نا اتفاقی ہو بلکہ دعاؤں اور تمناؤں کے بعد ایک لائق ترین اور ہونہار فرزند کی بشارت بڑھاپے میں ہوئی تھی۔ چنانچہ توراۃ کا بیان ہے کہ اسمٰعیل علیہ السلام کی پیدائش اس وقت ہوئی تھی جب حضرت ابراہیم کی عمر چھیاسی سال کی ہوچکی تھی۔ باپ کا دل صبر و توکل کے اس مجسمہ کی بے نظیر رضا و تسلیم کو دیکھکر باغ باغ ہوگیا اور فوراً ہاتھ میں چھری لیکر اپنے پیارے اسمٰعیل کو بفرمان الٰہی خدائے قدوس کے راستہ میں قربان کرنے کیلئے تیار ہوگئے کوئی پبلک جلسہ نہیں کہ تماشائیوں کی داد لینے کیلئے قدم بڑھایا ہو

میدان مناظرہ بھی نہ تھا جس میں ناموری اور شہرت کا خیال ہمت کو بلند کردے، یہ بھی نہیں کہ ذبح کا حکم جاننے والا ان کے علاوہ کوئی اور ہو کہ تعمیل نہ کرنے کی صورت میں بدنامی یا ہنسی کا خوف دامنگیر ہو۔ بلکہ معاملہ صرف عبد اور معبود کے درمیان ہے۔ اس حالت میں ایک طرف شفیق باپ ہے اور دوسری طرف فرمانبردار فرزند حضرت اسمٰعیل ہیں تعمیل حکم کے لئے دونوں بے قرار ہیں۔ ناز بردار باپ نے کلیجہ پر پتھر کی سل رکھکر پیشانی کے بل اپنے نورِ نظر کو لٹا دیا۔

لیکن مفسرین کا بیان ہے کہ جس وقت حضرت ابراہیمؑ نے اپنی آنکھوں پر پٹی باندھی اور حضرت اسمٰعیلؑ کے ہاتھ پیر بھی خوب مضبوطی سے باندھکر چھری ان کے حلق پر رکھی فوراً ایک مینڈھا جنت سے لاکران کی جگہ پر رکھدیا گیا اور وہی ذبح ہوگیا۔

طغیانِ نازبیں کہ جگر گوشۂ خلیل + آمد بزیرِ خنجر و قتلش نمی کنند

یہی وہ یادگار ہے جو ہزارہا سال سے روئے زمین پر قائم ہے اور دنیا کے ہر گوشہ میں جہاں خدائے قدوس کے ماننے والے ہیں ہر سال اس رسم کو نہایت اہتمام کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ ایک صحابیؓ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ قربانی کیا ہے آپ نے فرمایا یہ تمہارے باپ ابراہیم کی سنت (یادگار) ہے۔

فضائل عید الاضحی حدیث شریف میں ہے عن ابن عباس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما من ایام العمل الصالح فیھن احب الی اللہ من ھذہ الایام العشرۃ قالوا یا رسول ولا الجھاد فی سبیل اللہ قال ولا الجھاد فی سبیل اللہ الا رجل خرج بنفسہ ومالہ فلم یرجع من ذلک بشی (بخاری) یعنی ذی الحجہ کے پہلے دس دنوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ کسی زمانے میں بھی کوئی نیک عمل اللہ کے نزدیک نہیں ہے۔ لوگوں نے کہا جہاد بھی نہیں آپ نے فرمایا جہاد بھی نہیں مگر وہ مجاہد جو اللہ کے راستہ میں اپنی جان و مال سمیت نکلا ہو اور پھر نہ لوٹا ہو۔ اسلئے ان دس دنوں میں خصوصیت کے ساتھ کار خیر کرنے میں بہت مستعدی کرنی چاہیئے۔ مثلاً صدقہ خیرات کیا جائے روزے رکھے جائیں۔ ہاں دسویں تاریخ کو روزہ نہ رکھے۔ نویں ذی الحجہ کو روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

ذی الحجہ کا جب چاند دیکھ لے تو جس کی طرف سے قربانی ہونے والی ہو وہ اپنے ناخون اور بال نہ کٹوائے۔ بلکہ قربانی کے بعد کٹوالے۔ جسے اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کو قربانی کرنے میں ہرگز غفلت نہ کرنی چاہیئے۔ قربانی کے ایک ایک روئیں اور بال بلکہ سینگوں اور کھروں کے بدلے اللہ تعالیٰ ثواب بخشتا ہے۔ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ کو قربانی کرنے سے زیادہ بہتر عمل اللہ کے نزدیک اور کوئی نہیں ہے۔ قربانی کے جانور بہت زیادہ دُبلے یعنی بے مغز، لنگڑے، کانے اندھے وغیرہ عیب دار نہ ہوں۔ قربانی کے جانور کا چمڑہ صدقہ کردے۔ ذی الحجہ کی پہلی ہی تاریخ سے تکبیریں کہنی شروع کردے اور تیرہویں تاریخ کی عصر تک کہتا رہے۔ راستے میں چلتے پھرتے بھی تکبیریں کہے۔ لیکن نمازوں کے بعد فرض ہوں یا نفل خاص طور پر خیال رکھے۔ تکبیر کے الفاظ یہ ہیں اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ۔ بقرعید کے دن نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھانا، اور نماز کے بعد قربانی کا گوشت کھانا سنت ہے۔

قربانی کرنیکا طریقہ۔ قربانی کے جانور کو قبلہ رُخ لٹا کر یہ دعا پڑھے۔ اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ